راوی: میں راوی ہوں۔ میرے کچھ بیٹے میرے ساتھ کھڑے ہیں، ان کے دلوں میں جوش اور ولولہ ہے۔

* ہندوستان زندہ باد!
* آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے۔
* یہ ہندوستان کے لوگوں کی پکار ہے، پورن سوراج، پورن سوراج۔

راوی: یہ 31 دسمبر 1929 کا دن ہے اور ہندوستان کے کچھ بیٹے میرے کنارے کھڑے ہیں۔ آزاد ہندوستان کا خواب ہمارا خواب ہے۔ ہم سب نے مل کر اس تین رنگ کے جھنڈے کو اپنے ہندوستان کے جھنڈے کے طور پر چنا ہے۔ مجھے گواہ بنا کر آزاد ہندوستان کا ترنگا لہرایا گیا اور پورن سوراج کا نعرہ دہرایا گیا۔ (نعرہ لگانا)

ماضی سے حال کی طرف منتقلی۔

راوی: میں یہاں ہمیشہ سے بہہ رہی ہوں۔۔۔ تب سے اب تک میں نے یہاں سب کچھ بدلتے دیکھا ہے۔ لیکن تقسیم کی جو لکیر یہاں 1947 میں کھینچی گئی تھی، وہ 2024 میں بھی مضبوط ہے۔

بچہ: ماں کہتی ہے کہ اگر تم پتنگ اُڑانا چاہتے ہو تو باہر جا کر اُڑاؤ، چھت پر نہیں، تو پھر ٹھیک ہے، میں اپنی پتنگ اپنے پیارے دریائے راوی کے کنارے اڑاؤں گا۔ پاکستان کی عوام آج اپنی آزادی کا جشن منا رہی ہے۔ ہم کل اپنی آزادی کا جشن منائیں گے۔ ادھر دریائے راوی کے دوسری طرف پاکستان کے آسمان پر پتنگیں اڑتی ہیں، میں نے انہیں اپنے مانجے سے کاٹتا ہوں۔ پہلے مجھے پانی پینے دو، مجھے پیاس لگی ہے۔

یہ کیا؟ یہ ندی کا پانی اتنی گندی کیسے ہو گئی؟

راوی: اگست کا یہ مہینہ مجھے تقسیم کی یاد دلاتا ہے اور میرے دل و ذہن کی اداسی میرے پانی میں گھل کر کیچڑ میں بدل جاتی ہے۔

بچہ: تم کون ہو؟ تم یہاں کہاں سے آئے ہو؟

راوی: (ہنستے ہوئے) ارے، میں راوی ہوں۔ تیرا پیارا دریائے راوی مجھے غور سے دیکھو۔

بچہ: میں تمہیں روز دیکھتا تھا، لیکن آج پہلی بار تم سے مل رہا ہوں، آپ بہت اچھے اور پیارے ہو۔ لیکن تم اتنے اداس کیوں ہو؟

راوی: اگست کا یہ مہینہ مجھے بہت رُلاتا ہے۔ پرانی ہر چیز فوراً یاد آجاتی ہے۔

بچہ: کون سا پرانا اور کیا پرانا؟

راوی: تقسیم کا وہ فیصلہ۔۔۔ وہ دن۔۔۔ پھر اس کے بعد وہ فسادات۔۔۔۔ آپ نے سکول میں پڑھا ہوگا؟

بچہ: ہمیں تقسیم سے کیا لینا دینا؟ جو ہونا تھا، ہو گیا۔ اب اسے کیوں یاد کریں؟

راوی: یاد رکھیں تاکہ کوئی اور ہمیں گمراہ نہ کر سکے۔ اپنی ماضی کی غلطیوں سے سبق حاصل کریں، تاکہ آئندہ کوئی ایسی غلطی نہ دہرائے۔

بچہ: اچھا تو بتاؤ کیا ہوا؟

راوی: تو سنو۔ تب میں منقسم دریا نہیں تھا۔ میں ہندوستان کے سینے پر بہہ رہا ہوں۔ میرے دائیں طرف بھی ہندوستان اور میرے بائیں طرف بھی ہندوستان۔ ہندوستان سے نکلنے کے بعد ہندوستان میں ہی ضم ہو جاتا تھا۔ 1945 تک یہ واضح ہو گیا کہ ملک اب متحد نہیں رہے گا۔ جناح نے مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں کے لیے الگ ملک کا مطالبہ شروع کیا۔ فساد کی پہلی چنگاری 4 مارچ 1947 کو بھڑکی اور 6 مارچ تک پورا پنجاب بشمول امرتسر، جالندھر، راولپنڈی، ملتان، سیالکوٹ آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔

(لوگوں کی چیخیں... کلاس سے پہلے بچوں کا اجتماع)

شبانہ: اوہ لنگڑی ٹانگوں کے مالک، ایک دن تم ایسے لنگڑے ہو جاؤ گے۔

سنجو: تم چُپ رہو۔ میری طرح کوئی نہیں کھیل سکتا، اسی لیے وہ مجھ سے جلتی ہے۔

شبانہ: میں کیوں حسد کروں گی؟ پڑھ کر اپنے والدین کا سر فخر سے بلند کروں گی۔ ارے کیا ہوا تمہیں؟ اسے دیکھو۔ کیسے بندر جیسا منہ بنا کر چلا رہی ہے؟

لڑکی: نہیں نہیں، کچھ نہیں ہوا۔

شبانہ: پہلے بھی دو بار فیل ہو چکی ہے، لگتا ہے اس بار بھی فیل ہونے والی ہے۔

لڑکی 2: میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی جو ناکام ہو جاتے ہیں۔ (سب ہنستے ہیں)

لڑکا: یہ کیا لگا کے رکھا ہے؟ آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ (سب ہنستے ہیں)

لڑکی 2: کیا ہنسنا منع ہے؟

لڑکی: ہاں، کیا ہنسنا منع ہے؟

لڑکا: تم کیا پوچھ رہی ہو؟ تم تو کبھی ہنستی نہیں ہو۔

لڑکی: نہیں، میں ہمیشہ ہنستی رہتی ہوں۔ دیکھو، میں اب بھی ہنس رہی ہوں۔ (بچے ہنسنے لگتے ہیں)

لڑکا: ہنسنا منع نہیں ہے، لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ ہنسنا محال ہو جائے گا۔

لڑکی 2: کیوں؟ ایسا کیا ہوا؟

لڑکا: لگتا ہے انہیں کچھ نہیں معلوم۔ کیا تم نے نہیں سنا؟ لارڈ ماؤنٹ بیٹن لندن سے واپس آ چکے ہیں۔

لڑکی: تو؟ ہمیں کیا ؟

لڑکا: تمہیں کیا؟ کیا آپ اس کے معنی جانتے ہیں؟ ملک تقسیم ہونے جا رہا ہے۔

لڑکی: ہاں۔ سنا ہے تقسیم ہو جائے گا۔ وہ بھی دونوں بھائیوں کے درمیان۔

لڑکی 2: لیکن آپ کے بھائی تو ابھی چھوٹے ہیں۔

سنجو: ارے آپ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ کافی شور شرابہ اور ہنگامہ آرائی کے بعد دونوں فریقوں نے تقسیم کا فیصلہ کیا ہے۔ اور راضی ہو گئے ہیں۔

شبانہ: اور گاندھی جی؟ ان کا کیا کہنا ہے ؟

لڑکا: حکومت کا معاملہ ہے۔ گاندھی جی کی ایک نہ چلے گی۔

لڑکی 2: کیا سیاست دان اپنی قسمت/مستقبل صرف تقسیم میں دیکھتے ہیں؟

ماسٹر جی: بچو! کیا مسئلہ ہے؟ آج آپ کی کلاس نہیں ہے؟ چلیں۔

بچے: ہاں ہاں (چھوڑنا شروع کریں)

لڑکا: جناب! ایک بات بتائیں، کیا واقعی ملک تقسیم ہو رہا ہے ؟

ماسٹر جی: سنو، تم بچے ہو، تمہیں اس سب میں اپنا دماغ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو بھی ہو گا سو ہو گا۔ چلو کلاس میں چلتے ہیں۔

سنجو: ماسٹر جی، کل ہمارے گھر کے پاس کچھ لوگ دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔

لڑکا: سب ڈرے ہوئے ہیں۔ پہلا دوسرے پر شک کر رہا ہے اور دوسرا پہلے پر شک کر رہا ہے۔ خاندان کے ارکان نے باہر نکلنے سے روکنا شروع کر دیا ہے۔

ماسٹر جی: دیکھو ڈرنے اور ایک دوسرے پر شک کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ہم سینکڑوں سالوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے آئے ہیں اور آئندہ بھی ایسے رہیں گے۔

(آل انڈیا ریڈیو ٹون)

سنجو: ماسٹر جی، پرنسپل صاحب کے دفتر میں ریڈیو چل رہا ہے۔ انہیں خبریں سننے کا بہت شوق ہے۔

ماسٹر: چلو!

(ریڈیو کا اعلان)

ماسٹر جی: یہ کیسا انصاف ہے؟ ہماری قسمت کا فیصلہ کرنے والے یہ کانگریسی اور لیگی کون ہیں؟ جہاں بھی لکیر کھینچی جائے گی خون کی ندیاں بہیں گیں۔

(باغی نعرے لگاتے ہوئے آتے ہیں، پاکستان زندہ باد، قائدے اعظم زندہ باد۔ بچے ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں)

سلمان: دیکھو یہ ہندو ہماری آواز سنتے ہی خوف سے کیسے بھاگ رہے ہیں۔ دیکھو دیکھو سردار اکیلا جا رہا ہے۔ چلو، ہم انہیں لات مار کر سیدھے امرتسر کی طرف دھکیل دیں گے۔ (بچے رونے لگتے ہیں)

شبانہ: سنجو، فکر نہ کرو۔ یہ سب افواہ ہو سکتی ہے۔ تم کہیں نہیں جاؤ گی، یہیں رہو گی۔

سنجو: پتہ نہیں کیا ہو گا شبانہ

لڑکا: نہیں، تقسیم ہو جائے گی۔

لڑکی 2: ہم پنجابیوں کا کیا بنے گا؟ کیا ہمیں بھی تقسیم کیا جائے گا؟

لڑکی: اور ہم سندھیوں کا کیا بنے گا؟

شبانہ: اور میں کہاں رہوں گی؟ بھارت؟ یا پاکستان؟

سنجو: میری خالہ بنگال میں رہتی ہیں۔ کیا وہاں بھی تقسیم ہو گی؟ چلو ہم شبانہ کو چھوڑ کر آتے ہیں۔ وہ اکیلی کیسے جائے گی؟

شبانہ: نہیں نہیں، میری فکر نہ کرو۔ جو باغی آئے ہیں وہ دیکھیں گے کہ آپ ہندو ہیں، اس لیے وہ آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔

(استاد انہیں دیکھ رہا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں)

ماسٹر جی: اے اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کوئی ان سیاستدانوں کو سمجھائے۔ان بچوں کی معصومیت دیکھیں۔جو اتنے عرصے سے بھائی چارے میں رہ رہے تھے۔ان کے دماغ میں زہر کیوں ڈالا گیا؟ وہ دو ملک بنانے کی آڑ میں کیا چاہتے ہیں؟ طاقت؟ کیا اقتدار ان کے لیے اتنی ضروری چیز ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لیے خون کی ندیاں بہانے سے بھی انھیں کوئی فرق نہیں پڑتا؟

(بچے رونے لگتے ہیں)

لڑکی: جناب! ہمارا کیا بنے گا؟

ماسٹر جی: بچو رونا مت۔۔۔۔۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔چلو، میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔

سجو: لیکن سر آپ؟

ماسٹر جی: میری فکر نہ کرو۔

(پاکستان زندہ باد کے نعرے)

(شبانہ کے گھر۔ماسٹر جی شبانہ کو گھر چھوڑنے آئے ہیں۔باپ دروازہ کھول کر کہتا ہے' شکریہ'۔ اور فسادی آ کر ماسٹر جی کو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔شبانہ چلاتی ہے ، ابا جان، بچاؤ، ماسٹر جی۔والد، اندر چل ! دروازہ بند کر دیتا ہے، ماسٹر مارا جاتا ہے۔)

(دادی، والدین، بچوں کے ساتھ کا منظر، زہر والا سین)

باپ: (سوچتے ہوئے) کیا کروں؟ (مقصود سنجو کے ساتھ آیا لیکن باپ کی بات سن کر وہیں رک گیا) بچو، کیسے بتاؤں، حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔اُس طرف جانا ہو یا اِس طرف، راستہ خطرے سے خالی نہیں۔یہ زہر کا پیکٹ رکھ لو۔اگر کوئی مصیبت آئے تو پاک رہنے کے لیے زہر کھا لو۔خاندان، نسب، برادری، مذہب کی عزت بچائیں۔ (سب روتے ہیں)

ماں: سنا ہے کہ کچھ عورتوں نے اپنی عزت کو بچانے کے لیے کنویں میں چھلانگ لگادی، اور وہیں مرگئی۔

دادی: میں بوڑھی ہوگئی ہوں۔ اب میں اتنادور کہاں سے چلوں گی؟ میں بھی کنویں میں چھلانگ لگا کر مرجاتی ہوں۔
(وہ بھاگتی ہے، ماں اور بچے اسے پکڑ کر روتے ہیں۔)

مقصود بھائی باپ کی آواز لگتا ہے۔

مقصود: بلدیو بھائی، کیا کر رہے ہو؟ ماں کو کنویں میں چھلانگ لگانی ہوگی؟ کیا بچوں کو زہر کھانا پڑے گا؟
اتنے بزدل نہ بنو۔

باپ: پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟

مقصود: میں ابھی زندہ ہوں۔ ہم بھائیوں کی طرح رہے ہیں، بھائیوں کی طرح رہیں گے۔ تمہارے بچے میرے بچے ہیں، تیری ماں، میری ماں۔ بھابھی جان کی طرف کوئی آنکھ نہیں اٹھا سکتا۔ میرے کچھ دوست ہیں، ہم سب مل کر تمہاری حفاظت کریں گے، ہم دن رات جاگیں گے لیکن تمہیں کچھ نہیں ہونے دیں گے۔

باپ: بھائی آپ فرشتہ بن کر میری زندگی میں کہاں سے آئے؟

مقصود: میں فرشتہ نہیں ہوں۔ ہم ہمیشہ ساتھ رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی ساتھ رہیں گے۔ اکٹھے جیے ہیں، ساتھ مرنا ہے تو ساتھ مریں گے۔
(دونوں گلے لگ کر رونے لگتے ہیں۔)

(دریا اور بچہ)

بچہ: پھر کیا بلدیو کا خاندان بچ گیا؟ اور کیا سنجو اور شبانہ کبھی ملیں گے؟

راوی: بلدیو، سنجو، شبانہ ۔ یہ صرف چند نام ہیں۔تقریباً 1.5 کروڑ لوگ اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے۔ 5 سے 10 لاکھ کے درمیان لوگ مارے گئے۔ میں ان کے خون اور لاشوں سے بھر گیا۔اوراوپر سے بارش اور سیلاب کے اثرات۔میلوں تک پھیلے ہوئے دربدر لوگوں کے قافلے۔۔۔ 20-20 میل لمبی قطاریں۔۔۔ مہاجر کیمپ میں بدحالی، فاقہ کشی، تباہی کا منظر! کھانے کو خوراک نہیں، Diarrhea Malaria پینے کا پانی لاشوں کے سر سے ٹپک رہا تھا، کیمپ میں موت کا منظر مختلف تھا۔

بچہ: جب تقسیم کی بات ہوتی تو معلوم ہوتا کہ لوگ بے گھر ہو جائیں گے۔انہیں خوراک اور رہائش کی ضرورت ہوگی۔۔۔ پھر کچھ کیوں نہیں کیا ؟

راوی: (ہنستے ہوئے) سیاست۔۔۔۔ سیاست کی خاطر تقسیم اور سیاست کی خاطر مصائب۔

(پناہ گزین کیمپ)

آدمی: ہمارے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

کیمپ کا آدمی: پہلے اپنا نام اور پتہ وہاں لکھو پھر کھانا ملے گا۔۔۔۔

عورت: میرے بچے بھوکے ہیں جناب!

کیمپ کا آدمی: وہ زندہ تو ہیں۔وہاں پہلے اپنا نام لکھواو۔

آدمی: سر، مجھے اپنی بیوی نہیں مل رہی۔۔۔ براہ کرم ایک بار اعلان کریں۔۔۔ نیلی شلوار اور سر پر پھلکاری والی چنی ہے۔۔۔

کیمپ کا آدمی: میں پہلے ان لوگوں کو دیکھوں یا آپ کی بیوی کو تلاش کروں؟ آواز لگی۔۔۔ مل جائے گی۔

آدمی: سنتوش...اوہ سنتوش !

ایک عورت: (سامعین سے) ارے، تقسیم کیا ہے؟ ایک لفظ--- پناہ گزین، ایک لیبل، جو ہمارے ماتھے پر چسپاں کر دیا گیا ہے۔وہ لوگ جو اپنے آپ سے بدگمان ہو گئے ہیں ہم آپ کی نظر میں لالچی لوگ ہیں۔ اپنے جسم کو مانگے ہوئے کمبلوں سے ڈھانپنے والے---۔ حالات کے مارے ایک جگہ سے اجڑ گئے تھے اور اب دوسری جگہ بیٹھا دیے گئے۔ہم ہندوستان میں پیدا ہوئے، ہندوستان میں اپنی زندگی گزاری اور ہندوستان میں پناہ گزین بنا دیے گئے۔ارے چھوڑو میں تمہیں کیا کہوں!

بلدیو: انسانیت کا سبق سکھانے والے ماسٹر کو بلوائیوں نے گھیر کر بری طرح پیٹا۔اور مقصود بھائی، وہ مسلمان تھا، اسے اپنے ہی لوگوں نے مارا ہے۔اس کا قصور کیا تھا؟ بے گھر لوگوں کے گھروں کی حفاظت؟ انسانیت کو بچانے کے لیے انسانی کوشش کرنا؟

لڑکی : مجھے پہچانا؟ نہیں۔ میں نے اپنی شناخت کھو دی ہے۔ماں اور والد صاحب؟ انہیں مار ڈالا گیا۔ میری دادی؟ ؔبابا کا دیا ہوا زہر کھا کر ختم ہو گئی۔ میں پتہ نہیں کیوں کیسے بچ گئی سیالکوٹ سے ٹرین روانہ ہوئی، وہ بھری ہوئی تھی---۔ باغیوں نے حملہ کر دیا اور کچھ ہی دیر میں سب ختم ہو گیا----۔ ٹرین لاشوں سے بھری ہوئی پہنچی----۔ جب لاشوں کا بوجھ ہٹا دیا گیا تو نیچے سے میں ملی---(آہستگی سے سرگوشی کرتے ہوئے) بابا کا دیا ہوا یہ زہر میں نے ابھی تک محفوظ کر رکھا ہے---۔ مجھے نہیں معلوم کب اس کی ضرورت پڑ جائے۔

(مہاجرین چلے جاتے ہیں۔بچہ بے چین راوی سے سوال کرتا ہے۔)

بچہ: لاکھوں لوگ اپنی ہی سرزمین پر اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں مارے گئے۔انسان کیوں لڑتے ہیں؟

راوی: لڑتا ہے---لڑوایا جاتا ہے---۔ کسی کو حکومت کرنی تھی---۔ کسی نے بادشاہی کا تاج اپنے سر پر رکھنا تھا۔لوگوں کو ڈرایا اور اکسایا گیا۔بہتے ہوئے خون کی پرواہ کسے تھی---سر کٹنے اور عزتیں لوٹنے کی فکر کسے تھی۔

بچہ: میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گا۔

راوی: مت بھولنا، اسی لیے میں نے آپ کو یہ خوفناک تقسیم کی کہانی سنائی۔۔۔   تاریک اوقات کی تاریک کہانی۔۔۔ تا کہ آنے والا کل اور آپ کا آج روشن ہو سکے جس سیاسی کھیل نے ایک بھائی کے ذہن میں دوسرے بھائی کے خلاف زہر کا بیج بو دیا تھا، انسانیت کو شرمسار کیا گیا تھا، انسان کاٹ دیا گیا تھا، انسان کو تقسیم کیا گیا تھا، انسان روتا تھا، انسان ہار گیا تھا۔ متحدہ ہندوستان کو مذہب اور اقلیت اور اکثریت کے نام پر ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا، پھر سے کوئی اپنی سیاست نہیں کر پائے۔ یاد رکھو یہ زمین تمہاری ہے۔ یہ تمہاری ماں ہے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اسے مزید آگے نہ بڑھنے دیں۔ اسے ترقی، خوشی اور امن کی راہ پر گامزن کریں۔ اسے ہمیشہ مضبوط بنا کے رکھیں۔